THE BOOK WAS DRENCHED

UNIVERSAL LIBRARY
OU_222119
UNIVERSAL LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۸۹۱۵ط۴۳۳ Accession No. ۱۳۶۹۷

Author م - پ 13697

Title موت کا درخت

This book should be returned on or before the date last marked below.

موت کا درخت

غلام محی الدین بی ۔ اے

۱

ہر روز آفتاب عالمتاب ریت کے اونچے اونچے ٹیلوں کے دامن میں اپنا آتشیں چہرہ چھپالیتا۔ اور شام کے خوشگوار شبنمی جھونکے چلنے لگتے تو گاؤں کی سادہ مزاج لڑکیاں نیلی نیلی چادریں اوڑھے پانی کے مٹکے اور گھڑے اُٹھائے دریا کی طرف سے اٹکھیلیاں کرتی ہوئی آتیں۔ ان میں میری محبوبہ یوں معلوم ہوتی جیسے ستاروں میں چاند۔ عجیب دلربا سماں ہوتا۔ وہ جو دن بھر میرے دل میں بسی رہتی اس وقت گویا میرے خانۂ دل سے نکل کر آنکھوں کے سامنے آجاتی۔

بعض اوقات وہ جلد ہی اپنے باپ کے گھر چلی جاتی۔ لیکن بعض اوقات چاندنی رات میں اپنی ہمجولیوں کے ساتھ ٹھنڈی ٹھنڈی ریت پر بیٹھ جاتی اور بوڑھے قصّہ خواں کی کہانیاں سُنا کرتی۔ چاند کا عکس اُس کی خوبصورت آنکھوں میں یوں لہرانے لگتا جیسے کھجور کا عکس قعر دریا میں۔ بعض اوقات وہ میرے ساتھ سیر کو بھی جاتی۔ آہ وہ راتیں ــــ؟ وہ کیف و بیخودی کی سُرور راتیں ــــ!

ایک دن میں بوڑھے قصہ خواں کے پاس گیا۔ وہ سیاہ فام بڈھا ہمارا ہم قوم نہ تھا۔ وہ دریا کے کنارے کنارے مہینوں منزلیں طے کرتا ہوا ایک دور دراز ملک سے آیا تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ جان بچانے کے لئے اپنے ملک سے بھاگ آیا۔

میں نے کہا۔ "اے پیر مرد! میں التجا کرتا ہوں کہ تو آج شام ہمیں کہانیاں سُنانے آ ـــــ!"

پہلے تو اُس نے سر ہلا کر انکار کر دیا لیکن جب میں نے اسے وہ تحفہ دکھایا جو میں اس کے لئے خرید کر لایا تھا تو وہ بخوشی رضا مند ہو گیا۔ میری بیتابی بہت بڑھ گئی تھی اور مجھ سے برداشت نہ ہو سکتا تھا کہ اُس دن میری محبوبہ جلد ہی میری نظروں سے اوجھل ہو جائے۔

اس چاندنی رات میں جب بوڑھا حبشی اپنے عصا سے زمین پر لکیریں کھینچ کھینچ کر اپنے دور دراز ملک کی عجیب و غریب حکایات سُنانے لگا، تو آس پاس کے بوڑھے، بچے، زن و مرد اس کی جادو بھری آواز کی طرف خود

بخود کھنچ آنے لگے۔ انہی میں میری محبوبہ بھی تھی جس کی طرف میں یوں تک رہا تھا جیسے کوئی تشنہ لب پانی کی طرف!

بوڑھے قصہ خواں نے ایک عجیب وغریب اور ہیبتناک درخت کا حال سُنانا شروع کیا جسے "موت کا درخت" کہتے ہیں۔ اس نے بیان کیا کہ اس درخت کا بیج دیکھنے میں چاندی کی طرح چمکدار اور جسامت میں انسان کی مٹھی کے برابر ہے اگر اسے زمین میں بو دیا جائے تو دو سال تک اس سے کچھ پیدا نہیں ہوتا لیکن دو سال کے بعد معبودِ حقیقی کی قدرت کاملہ سے ایک عجیب کرشمہ ظہور میں آتا ہے یعنی اس بیج میں سے دفعتہً ایک درخت صبح کو پھوٹ کر اور شام تک انسان کے قد سے دوگنا بڑھ جاتا ہے اور پھر مرجاتا ہے۔ زندگی کے ان چند گھنٹوں میں یہ ایک نہ ایک شخص کا خون ضرور پی کر رہتا ہے۔ اس جستجو میں یہ خونخوار درخت اژدہا کی طرح زور زور سے پھنکارتا ہے۔ اس کی خوشبو میں بلا کی کشش ہوتی ہے۔ جب کوئی شکار اس کی لمبی لمبی پیچ کھاتی ہوئی شاخوں کے قریب پہنچتا ہے تو وہ نہایت مضبوطی

سے اُسے جکڑ لیتی ہیں اور اس کے لاتعداد پتّے جو مُنہ کھولے شاخوں سے چمٹے ہوتے ہیں فی الفور جونکوں کی طرح اپنے شکار کا خون چوسنا شروع کر دیتے ہیں۔

اس کے بعد اُس نے ہمیں ایک مرد کے بے وفا عورت سے انتقام لینے کی کہانی سنائی۔ اس شخص نے اپنے رقیب کے باغ میں "موت کے درخت" کا بیج بو دیا۔ دو سال بعد یہ آدم خور درخت نشو و نما پا کر بلند ہوا تو اس نے اس بیوفا عورت کو ہلاک کر ڈالا۔ صبح کو اس کا پنجر بے جان درخت کی بھیانک شاخوں کے نیچے دبا ہوا پایا گیا۔ ساتھ ہی اس درخت کے تین روپہلی بیج بھی ملے جو اب میرے پاس ہیں۔

اس نے اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "اب تمام دنیا میں صرف یہی تین بیج ہیں اور چونکہ یہ سخت خطرناک ہیں اس لئے اب تک بوئے نہیں گئے اور اگر انھیں پانچ برس تک کاشت نہ کیا گیا تو ان کی قوت نمو زائل ہو جائیگی اور یہ بالکل بے ضرر ہو جائیں گے اور پھر کوئی مرد یا عورت اس درخت کے کارنامے نہیں دیکھ سکے گا۔"

میں نے یہ ماجرا معمولی طور پر بیان کر دیا ہے ورنہ بوڑھے قصہ خواں نے تو اسے ایسے دلفریب اور مسحور کن پیرایہ میں بیان کیا کہ اس خوفناک درخت کی تصویر ہماری آنکھوں کے سامنے پھر گئی۔

میری آنکھیں اپنی محبوبہ کے چہرے پر گڑی تھیں۔ اس مہیب حکایت نے اس پر سب سے زیادہ اثر کیا۔ وہ کچھ مضطرب سی معلوم ہوتی تھی اس کے مُنہ سے لمبے لمبے سانس نکل رہے تھے۔ اس نے اپنی انگلیوں سے لالے کا وہ پھول ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جو اس کے ہاتھ میں تھا۔ اس کی پتیاں خون کے قطروں کی طرح ریت پر گر پڑیں۔

عین اس وقت جب قصہ خواں نے اپنا بیان ختم کیا دور صحرا سے ایک گیدڑ کے چیخنے کی آواز سنائی دی اور ایک لڑکے نے قہقہہ لگا کر کہا "اس بوڑھے حبشی کی باتوں پر مت جاؤ۔ وہ جھوٹ موٹ جو جی میں آئے سنا دیتا ہے"

اس پر حبشی یکلخت غضب آلود ہو کر بولا "او کتے! میں جھوٹ نہیں بولتا میں نے تجھ سے وہی بیان کیا ہے جو میں نے خود ان آنکھوں سے دیکھا ہے۔ موت

کے درخت کے روپہلی بیج میری مٹھی میں رہے ہیں۔"

وہ اس غیظ و غضب کی حالت میں اُٹھا اور تن کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی آواز دھیمی ہوتے ہوتے ہوا میں ایک سرسراہٹ سی بن کر رہ گئی اور اس کے مُنہ سے یہ الفاظ نکلے۔ "کیا وہ خود میں ہی نہ تھا جس نے موت کے درخت کا بیج اپنے رقیب کے باغ میں بو دیا — ؟"

ہم سب گُم سُم بیٹھے رہے وہ بوڑھا ہمارے پاس سے چلا گیا تب پہلی مرتبہ میری محبوبہ نے مجھ سے آنکھیں ملائیں اور ہاتھ سے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا چنانچہ میں اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ وہ دریا کے کنارے پہنچ کر تھم گئی اور ہم وہاں چاند کی ٹھنڈی روشنی میں بیٹھ گئے۔

دُوسرا باب

میری محبوبہ نے کہا۔ "تم میرے حسن کی تعریف کرتے ہو اور مجھے چاند تاروں سے تشبیہ دیتے ہو۔ یہ بات صحیح ہو یا غلط پھر بھی میں اُسے سن کر خوش ہوتی ہوں، تم میرے باپ کے پاس بہت سے قیمتی تحفے لے کر جاتے ہو اور تحفوں کا قبول کرنا بھی لطف سے خالی نہیں، پھر تم بوڑھے قصہ خواں کو بھی انعام دیتے ہو کیونکہ وہ یونہی دوسروں کی نسبت تمھارا زیادہ ادب نہیں کرتا۔ یہ تمھارا سب سے بڑا احسان ہے جس کے لئے میں تمھاری ممنون ہوں کیونکہ ہماری زندگی کی مثال رہٹ کے اُس بیل کی سی ہے جس کی آنکھیں ڈھکی ہوئی ہوں اور جو کنوئیں سے پانی نکالنے کے لئے ایک ہی جگہ پر گھوم رہا ہو مگر قصے سن سن کر ہم بہت سی خیالی زندگیاں بھی بسر کرتے ہیں اور ایک ہی حالت میں نہیں رہتے۔ تم مجھ سے اپنی محبت ظاہر کرتے ہو اور اس کے جواب میں میری محبت کے خواہاں ہو۔ بھلا وہ شخص کیا عشق کر سکتا ہے جو اس جنس ہی سے ناآشنا ہو۔ اوروں نے بھی مجھ سے اپنی محبّت کا اظہار کیا اور یہی جواب پایا شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ میں ابھی بہت کمسن ہوں اور وہ دن بھی آنے والا ہے جب یہ آگ میرے دل میں بھڑک اٹھّے گی۔ لیکن

اب تم مجھ سے اپنے عشق کا ذکر کرتے ہو تو مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے میں کوئی ایسی تحریر دیکھ رہی ہوں جس کے سمجھنے سے میں معذور ہوں تاہم مجھے کچھ کہنا ہے۔"

میں نے کہا۔" اے میرے دل کی ملکہ کہہ! تیری آواز فردوس کی موسیقی سے بھی زیادہ شیریں ہے۔"

اُس نے جواب دیا۔" جو کچھ میں کہنا چاہتی ہوں اس بوڑھے جبشی کی کہانی سے تعلق رکھتا ہے جو ہم نے ابھی سُنی۔ میرے خیال میں اس کہانی میں کچھ نہ کچھ اصلیت ضرور ہے۔ سنو میں تمھیں اس کی وجہ بتاتی ہوں۔ یہ میرا وہ راز ہے جو میں نے اب تک کسی کو نہیں بتایا ہے۔ دو برس کا ذکر ہے ایک بڑھیا اپنے گھر میں سسک سسک کر دم توڑ رہی تھی اور وہ لوگ جن پر اس کی تیمارداری فرض تھی خوف کے مارے بھاگ گئے تھے۔ چنانچہ میں اس کے لئے دُور سے پانی بھر کر لائی اس نے کانپتے ہاتھوں سے پانی پیا کیونکہ اُسے سخت تپ چڑھی تھی۔ تب اُس نے مجھ سے کہا۔

"بیٹی! تھوڑا سا پانی اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر ڈال کر مجھے دکھا۔"

میں نے اس کے حکم کی تعمیل کی وہ اس پانی کو اتنی دیر تک دیکھتی رہی کہ

میرا ہاتھ لرزنے لگا۔ پھر مجھ سے اُس نے وہ لفظ کہے جو میں نے آج تک کسی کو نہیں بتائے وہ الفاظ یہ ہیں۔

"مرنے والوں کی آنکھیں دُور دُور کی چیزیں دیکھ لیتی ہیں اور جو میں تم سے کہتی ہوں بالکل ایسا ہی ہوگا۔ تجھ سے محبت کرنے والا انسان اپنے ہاتھ میں ایک گیند لئے ہوئے تیرے پاس آئیگا جو چاندی کا معلوم ہوگا لیکن دراصل چاندی کا نہ ہوگا اس میں زندگی اور موت کے جوہر مضمر ہونگے۔"

آج مجھے معلوم ہوگیا کہ وہ گیند یہی "موت کے درخت" کے بیج ہیں مجھے معلوم نہیں یہ بیج کہاں ہیں۔ بوڑھے قصہ خواں نے بیان کیا ہے کہ وہ کسی جگہ بالکل محفوظ پڑے ہیں اس لئے کچھ عجب نہیں کہ اُسے ان کے لئے لمبا اور پرخطر سفر کرنا پڑے اور بھاری قیمت بھی ادا کرنی ہو۔ بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ اسے کسی کا خون بھی بہانا پڑے میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ جس دن تم اپنے ہاتھ میں موت کے درخت کا بیج لئے ہوئے آؤگے تو میں تمہاری محبت سے لبریز ہوجاؤں گی اور میرے جسم اور روح کے صرف تمہیں مالک ہوگے۔"

میں نے لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "تم نے یہ بات کسی اور شخص کو تو نہیں بتائی؟"

اس نے جواب دیا۔ "کیا یہ بات میں نے تم سے پہلے ہی نہیں کہہ دی۔ اگر تم مجھ سے وعدہ کرو کہ تم میرے لئے موت کے درخت کا بیج لینے جاؤ گے تو میں آئندہ بھی کسی سے اس کا ذکر نہ کرونگی جب تک یہ ظاہر نہ ہو جائے کہ تم ان بیجوں کے حاصل کرنے میں ناکام ثابت ہوئے۔

میں تمہیں کئی وجوہ سے پسند کرتی ہوں۔ تم نیک دل ہو اور جب میرے خط و خال کی رعنائی باقی نہ رہے گی تو تم مجھ سے بیزار ہو کر مجھے زدو کوب نہیں کرو گے؟ گو تم میرے بعض چاہنے والوں کی طرح مالدار نہیں پھر بھی تم ان کی طرح بخیل نہیں ہو۔ کیا تم مجھے خوش کرنے کے لئے قصہ خواں پر داد و دہش ——— نہیں کرتے۔"

میں نے کہا۔ "ہاں پیاری! میں تمہاری اور صرف تمہاری خوشی کے لئے ایسا کرتا ہوں۔"

وہ بولی۔ "آہ! اگر ایسا نہ کرتے تو میں موت کے درخت کا حال کبھی نہ سن سکتی اور مجھے اپنے مستقبل کا راز کبھی معلوم نہ ہوتا۔ گو فی الحال مجھے تم سے کوئی محبت نہیں

ریت کے ذرّے کے برابر بھی نہیں پھر بھی میں سب سے پہلے تمھارے ہی پاس آئی ہوں۔ اگر تم اسے اپنے لئے دشوار اور پرخطر سمجھو تو میں ـــــــ"

میں نے بیتابی سے کہا۔ "یہ نہ کہو۔ یقین جانو میں تمھاری محبت میں ثابت قدم ہوں اور میرے پائے استقلال میں کبھی لغزش نہ پیدا ہوگی۔ خواہ یہ بیج دنیا کے کسی گوشے میں ہوں۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں انھیں ڈھونڈ نکالوں گا اور تمھارے قدموں پر ڈال دوں گا۔ موت کے سوا اور کوئی چیز میرے رستے میں حائل نہ ہوگی ـــــ"

اس نے کہا ـــــ "بس میری تسلّی کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ ہاں! تم یہ بیج لے کر کب تک واپس آؤ گے؟"

میں نے کہا ـــــ "میں اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا۔ خدا معلوم کتنا عرصہ لگے پھر بھی ایک سال تک تم میرا انتظار کرنا۔"

اُس نے جواب دیا ـــــ "بہت خوب! اگر میں نے سنا ہے کہ محبت ایک نقش بر آب ہے۔ کیا عجب جب تم بیج لے کر آؤ تو اس وقت تمھارے دل میں میری

محبت نہ رہے۔ اس سے یہی بہتر ہے کہ تم انھیں لانے کی زحمت ہی گوارا نہ کرو۔"

دریا میری محبوبہ کے پائے نگارین کے پاس بہہ رہا تھا اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے میں نے کہا ——— "یہ دریا ازل سے بہہ رہا ہے اور ابد تک بہتا رہیگا یہی حال میری محبت کا ہے۔"

پھر میں نے اُس سے رخصت ہوتے ہوئے کہا ——— "تم ان بیجوں کو لے کر کیا کرو گی ؟"

اس نے جواب دیا۔ "تم ان بیجوں کو ایک شرط سمجھو۔ اگر تم انھیں لے آئے تو میں تم سے محبت کروں گی اور اگر تم ناکام ثابت ہوئے تو انھیں جو شخص لائیگا میں اس سے محبت کرونگی۔ اس کے علاوہ میری نظر میں ان کی کوئی اہمیت نہیں زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ میں انھیں آگ میں جلا دونگی۔"

پھر اُس نے میری آنکھوں سے آنکھیں ملاتے ہوئے کہا۔ "یا ممکن ہے کہ میں انھیں سنبھال کر رکھ چھوڑوں اور جب ان کی نشو و نما کی میعاد ختم ہو جائے تو یہ بچوں کے کھلونوں کا کام دیں گے۔"

میں نے رات نہایت بےچینی سے کاٹی۔ میرے خیالات کبھی خوشی اور کبھی غم کی طرف منعطف ہوتے تھے۔ مجھے خوشی اس بات کی تھی کہ میری محبوبہ نے دریا کے کنارے میرے پہلو میں بیٹھ کر صرف مجھ پر اعتماد کرتے ہوئے اپنا قیمتی راز افشا کر دیا۔ اور مجھے موقع دیا کہ میں اپنے کام شوق تک رسائی پیدا کروں۔

مجھے غم اس بات کا تھا کہ ابھی تک اس کافرہ کے دل میں میری ذرا بھی محبت نہ تھی۔ بالفرض اگر میں اس مہم میں ناکام ثابت ہوا تو وہ مجھے منہ نہیں لگائیگی اور کسی دوسرے شخص سے پیمان وفا باندھے گی۔ نیز بوڑھے حبشی نے یہ بھی بتا دیا تھا کہ اس ملعون درخت کے تین بیج کسی جگہ حفاظت سے پڑے ہیں۔ اگر ان میں سے ایک بھی میرے ہاتھ آگیا تو ممکن ہے کوئی اور شخص دوسرے بیجوں کو حاصل کرلے اور مجھ سے پہلے میری محبوبہ کے پاس پہنچکر اس کی محبت حاصل کرلے۔

خواہ میں اس مہم میں ہزاروں ہی مصیبتیں کیوں نہ جھیلوں۔ اگر میری قسمت میں ناکامی لکھی ہے تو میں یقیناً ان بیجوں کو حاصل نہیں کر سکتا اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہے تو تقدیر کا غیبی ہاتھ وہ ردپہلی بیج میرے پاس پہنچا دیگا۔ چنانچہ

بڑی دیر غور و فکر کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا جو مضبوط چٹانوں کی طرح استوار ہے —"تقدیر کا لکھا کبھی مٹ نہیں سکتا اور جو ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا۔"

آہ! یہ عورت جس سے میں محبّت کرتا ہوں میرے ہاتھ نہ آئے تو مجھے اپنے لعل و جواہر، سیم و زر اور بھیڑوں کے گلوں سے کیا حاصل؟

میری زندگی اس کے بغیر بالکل بے کیف ہے چنانچہ میں نے مصمّم ارادہ کر لیا کہ خواہ کچھ بھی ہو میں ہر آفت کا سامنا کرونگا۔ کیا میں نے قصّوں میں نہیں سُنا کہ جن لوگوں کی طلب صادق ہوتی ہے۔ وہ آخر کار اپنے مقاصد میں کامیاب ثابت ہوتے ہیں۔

تیسرا باب

سورج کب کا نکل چکا تھا۔ مگر بوڑھا حبشی ابھی تک بستر پر دراز تھا اس کے ہاتھ پاؤں میں کام کاج کرنے کی قوت باقی نہ تھی مگر قصہ گوئی کے پیشے نے اسے کاہل بنا دیا تھا۔ وہ لوگ جو دوسروں کی فرمائش پر اس سے کہانیاں سنا کرتے تھے اسے معمولی تحفے دیا کرتے تھے اور جو لوگ اسے میری طرح کہانیاں سننے کے لئے طلب کرتے تھے اسے کافی گرانبہا تحفے دیتے تھے بس اس کی اوقات اسی طرح بسر ہوتی تھی۔

جب میں سورج کی تیز روشنی میں اس کے تاریک حجرے میں داخل ہوا تو پہلے پہل مجھے کچھ دکھائی نہ دیا لیکن جلد ہی میری آنکھیں اندھیرے کی عادی ہو گئیں۔ میں نے دیکھا کہ اس نے نئے کپڑے پہن رکھے ہیں اور چمڑے کا نیا جوتا اس کے پاس زمین پر پڑا ہے۔

معمولی صاحب سلامت کے بعد میں نے کہا ــــ بڑے میاں! مجھے ایک بہت بڑے کام میں تمھاری مدد کی ضرورت ہے۔ اگر تم میری مدد کرو گے تو میں تمھیں لعل و جواہر سے مالا مال کر دونگا۔ آؤ میرے باغ میں چلو۔ وہاں

ہم درختوں کی گھنی اور خوشگوار چھاؤں میں بیٹھ کر آرام سے بات چیت کریں گے۔"

وہ مجھے دعائیں دیتا بستر سے اُٹھ کھڑا ہوا اور اپنا نیا جوتا پہن کر میرے ساتھ چل پڑا۔ باغ میں پہنچ کر اس نے درختوں کی چھاؤں میں چسکیاں لے لے کر قہوہ پیا۔

اس سال میرے خرما کے پیڑوں میں خوب پھل لگا تھا۔ بوڑھے نے کھجوروں کو اپنی چادر میں باندھ کر کسی اور وقت کے لئے اٹھا رکھا۔ جب وہ اس کام سے فارغ ہو گیا تو میں نے کہا۔

"کل رات تم نے موت کے درخت کا حال سنایا تھا۔"

اس نے کہا ۔۔۔ "ہاں! اور اسی لئے ایک دوشیزہ بھی آج صبح میرے لئے کھانا اور قہوہ لائی تھی۔ لیکن اس کا قہوہ تمھارے قہوہ کی طرح مزیدار نہ تھا۔"

"کیا وہ خوبصورت تھی؟"

"وہ جوانی کا ایک سہانا خواب تھی لیکن بدقسمتی سے اب میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔ میں کھانا کھا کر گھر سے باہر نکلا اور اس دریدہ دہن چھوکرے کو جس نے یہ کہا تھا کہ میری داستان ایک منگھڑت افسانہ ہے جوتوں سے اتنا پیٹا کہ وہ بلبلا اُٹھا۔ کیونکہ میں صرف وہ باتیں سناتا ہوں جو واقعی بیت چکی ہیں ورنہ مجھے ایسی کہانیاں بھی یاد ہیں جو بالکل خیالی ہیں اور سچی کہانیوں سے بھی زیادہ دلفریب ہیں۔ مگر ایسی کہانیوں سے فائدہ ——؟ یہی نا کہ کل کے چھوکرے انھیں سن سن کر میرا مضحکہ اڑائیں۔ اب تم وہ کام بتاؤ جس میں تمھیں میری مدد کی ضرورت ہے۔"

میں نے کہا —— "میں ان بیجوں کو حاصل کرنا چاہتا ہوں جن کا تم نے کل رات ذکر کیا تھا۔ اس کے بغیر میری دولت اور زندگی ایک متاعِ رائگاں کے مانند ہوگی۔ بتاؤ میں یہ بیج کہاں سے حاصل کر سکتا ہوں ——؟"

بوڑھے نے کہا ـــــ "اگر کوئی شخص نہایت تیزی سے سفر کرے تو وہ چار مہینوں میں اس مقام تک پہنچ سکتا ہے۔"

میں نے تعجب سے کہا ـــــ "تو کیا میں چار مہینے میں یہ بیج حاصل کرسکوں گا ـــــ؟"

اس نے جواب دیا ـــــ "ہاں! مگر راستہ خطرے سے خالی نہیں ہے تمہیں جابجا وحشی درندوں اور قزاقوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

میں نے کہا ـــــ مجھے ان چیزوں کا ذرا بھی خوف نہیں۔ کیونکہ میرے پاس یہ خنجر آبدار ہے۔"

بوڑھے نے کہا ـــــ "اس کے کارآمد ہونے میں ذرا بھی شبہ نہیں۔ مگر تم ایک ایسے ملک کو جا رہے ہو جہاں اجنبیوں کو شک وشبہ کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے اور جہاں یہ بیج محفوظ ہیں وہاں قیامت تک تمہارا گذر نہیں ہوسکتا۔ وہاں یکے بعد دیگرے تین پہرے لگے ہیں اور مسلح محافظوں کے دستے رات دن پہرا دیتے ہیں۔ اگر

تم اپنے جسم پر اس قدر سیاہ روغن مل دو کہ وہ میرے جسم کے مانند سیاہ ہو جائے تو بھی تم وہاں کے باشندوں کی بولی نہیں سمجھ سکتے اور نہ ان کے طور و طریق سے واقف ہو سکتے ہو اگر تم زبردستی کرنا چاہو تو تمہارے لئے اکیلے اس قدر جم غفیر کا مقابلہ کرنا محال ہے اس لئے اگر تم اس مقام پر گئے تو دو باتیں یقینی ہیں۔ ایک یہ کہ تم ان ہیروں تک کبھی نہیں پہنچ سکو گے اور دوسری یہ کہ تم ضرور مارے جاؤ گے۔"

میں نے پوچھا ——— "کیا انھیں حاصل کرنے کا کوئی آسان طریقہ نہیں۔"

اس نے جواب دیا ——— "کیوں نہیں، اور بھی کئی طریقے ہونگے مگر اس وقت مجھے ایسا کوئی طریقہ نہیں سوجھتا۔ ہاں اگر تم واقعی اسے اتنا ضروری خیال کرتے ہو تو اب مجھے اجازت دو کہ میں گھر جا کر اس معاملہ پر غور کروں اور کل اسی وقت تمہارے پاس آکر تمھیں ٹھیک حال بتاؤں"

اس کے بعد میں نے بوڑھے کو ایک بیش قیمت تحفہ دیا اور اسے کھجوروں کے ایک بڑے گٹھر سے لاد کر رخصت کیا۔

دوسرے دن وہ ٹھیک وقت پر میرے پاس آیا اور کہنے لگا۔
"ہاں! ان بیجوں کو حاصل کرنے کا ایک اور طریقہ بھی ہے ممکن ہے کہ اس سے تمھارا مقصد حل ہوجائے۔"

میں نے اس سے پوچھا ــــ "کیا تمھیں یقین ہے کہ اس کے سوا اور کوئی طریقہ نہیں؟"

اس نے جواب دیا ــــ "ہاں! اس کے سوا اور کوئی طریقہ نہیں۔"

"تو ــــ!" میں نے کہا۔ "تو میں یہ طریقہ ضرور استعمال کرونگا۔ برائے خدا اس کی مفصل کیفیت بیان کرو۔"

اس نے کہا ــــ "نہیں! تم وہاں نہیں پہنچ سکتے۔ تمھاری جگہ میں جاؤنگا میں مدت سے وہاں جانے کا ارادہ کر رہا ہوں۔ میں بیس برس سے اس مختصر سی جگہ میں ایک اجنبی کی زندگی بسر کر رہا ہوں اور میرا وطن مجھے بلا رہا ہے میں ان لوگوں کی زبان اور طور وطریق سے واقف ہوں۔ علاوہ ازیں میں اس مندر کے اندرونی حصہ کا محافظ بھی رہ چکا ہوں اور وہ راز جانتا ہوں جو میری

قوم کے اکثر افراد سے پوشیدہ ہیں۔ اگر دنیا بھر میں کوئی شخص ہے جو موت کے درخت کا بیج لا سکتا ہے تو وہ میرے سوا اور کوئی نہیں لیکن اس کے لئے بہت مال وزر کی ضرورت ہے جس سے میں لوگوں کو رشوت دے سکوں اور یہ لوگ ایسے ہیں جنھیں تھوڑی رقم دے کر راضی نہیں کیا جا سکتا۔"

میں نے کہا ——— "تم کب واپس آجاؤ گے؟"

اس نے جواب دیا ——— "آج سے پورے نو مہینے بعد میں خود یا میرا کوئی قاصد تمھیں بیج لا کر دیگا۔"

میں نے کہا ——— "میں تم سے واقف ہوں اس لئے میں نے تم پر بھروسہ کر لیا ہے۔ کیا مجھے اس قاصد پر بھی اعتماد کرنا ہوگا جس سے میں روشناس نہیں۔"

بوڑھے نے جواب دیا۔ "تم اس پر پورا پورا اعتماد رکھو کیونکہ اسے اپنا نصف انعام اس وقت تک نہیں ملے گا جب تک وہ تمھارے ہاتھ میں بیج نہ پہنچا دے اسے معلوم ہے کہ اگر اس نے ہمیں دھوکہ دیا تو اُس کی اور اُس کے عزیزوں کی زندگی خطرے میں ہوگی۔"

میں نے کہا — "یہ سفر بہت کٹھن ہے اور تم بڈھے ہو۔"

اس نے جواب دیا — "تم مطمئن رہو۔ ابھی مجھ میں کچھ نہ کچھ ہمت باقی ہے نیز یہ تو تمھیں معلوم ہی ہوگا کہ دو طرح کے انسان بہت تیزی سے سفر کرتے ہیں ایک وہ نوجوان جو اپنی محبوبہ کے پاس جا رہا ہو اور دوسرا وہ پیر کہن سال جو مدت کے بعد اپنے وطن کو لوٹ رہا ہو۔"

میں نے کہا — "تم ٹھیک کہتے ہو مگر تمھارے پاس بہت سا روپیہ ہوگا کیا تمھیں رستے میں لٹنے کا ڈر تو نہیں؟"

اس نے جواب دیا — "اگر میں ایک دولتمند سوداگر کی طرح مال و اسباب سے لدے ہوئے اونٹوں کے ساتھ سفر کروں تو یہ بات واقعی خطرناک ہوگی لیکن میرا روپیہ تو میرے کمر بند میں بندھا ہوگا اور میں بالکل ایک گدائے بے نوا معلوم ہونگا۔ ہاں بہت ممکن ہے کہ میں رستے میں اچانک کسی حادثہ سے ہلاک ہو جاؤں لیکن ایسا حادثہ تو تمھیں بھی پیش آسکتا ہے۔"

میں نے کہا — "بہت ممکن ہے کہ جب تم وہاں پہنچو تو وہ بیج ضائع کر دیئے گئے ہوں۔"

بوڑھے نے کہا ــــ "نہیں یہ ناممکن ہے جب تک وہ خود ہی ضایع نہ ہو جائیں کوئی شخص انھیں ہاتھ لگانے کی جرأت نہیں کر سکتا کیونکہ ان کے متعلق مشہور ہے کہ جو شخص انھیں ضائع کرنا چاہے اس پر غیب سے ایک ایسا قہر نازل ہوگا جو ان بیجوں سے بھی زیادہ خوفناک ہے۔"

میں نے پوچھا ــــ "جب تم نے یہ بیج اپنے رقیب کے باغ میں بوئے تو کیا وہ اسی مندر میں محفوظ تھے؟ اگر یہ بات ہے تو تم نے انھیں حاصل کرنے کیلئے اتنی دولت کہاں سے حاصل کی؟"

"مندر کے گرد تین پہرے کھڑے تھے اور جو پہرے دار اس کے بالکل قریب تھے ان میں سے ایک میں بھی تھا اس وقت وہ بیج وہاں نہ تھے اور میرے سوا کوئی شخص ان کی خاصیت سے واقف نہ تھا جب درخت نے میری بیوی کو ہلاک کر دیا تو اس وقت لوگوں پر اس کے آدم خور ہونے کا راز کھلا۔ برائے خدا اس امر کے متعلق مزید استفسار نہ کرو کیونکہ اس سے میرے دل کو سخت دکھ ہوتا ہے۔"

میں نے بوڑھے قصہ گو سے اور بھی کئی سوالات کئے جن کا اُس نے تسلّی بخش جواب دیا۔ میرا ذہن اپنی محبوبہ کے خیالات سے بھرا تھا اور مجھے بھلے بُرے کی کوئی تمیز نہ تھی اس لئے میں نے بوڑھے حبشی کی تمام باتوں پر اعتماد کر لیا۔

میں نے گھر کے مال و اسباب کا بہت سا حصّہ فروخت کر دیا اور اس سے جو رقم حاصل ہوئی وہ حبشی کے حوالے کر دی۔ پھر میں اس کے ساتھ ایک گاؤں کو گیا اور وہاں کے مشہور سوداگروں سے بیش قیمت ہیرے موتی اور زمرد خریدے۔ ان میں سے دو موتی بالکل ایک شکل ایک جسامت اور ایک رنگ کے تھے۔

جب حبشی نے سب لعل و جواہر اپنے کمربند میں بھر لئے تو اس نے ان دو موتیوں میں سے ایک مجھے دے دیا اور تاکید کی کہ میں اسے خوب سنبھال کر رکھوں۔

پھر وہ بولا ــــ "چونکہ میں بوڑھا آدمی ہوں عجب نہیں کہ اپنے وطن

پہنچ کر میرا دل چاہے کہ میں بھی اپنے باپ دادا کی طرح اپنے وطن میں مروں اس لئے اگر میں تمھارے پاس نہ آسکا تو وہ قاصد جس کے ہاتھ میں یہ بیج ارسال کروں گا میرے سامنے ایفائے عہد کا حلف اُٹھائے گا۔ ہماری قوم میں جب کوئی شخص یہ حلف توڑ دیتا ہے تو اس کے لئے دنیا بھر میں امن وامان کی کوئی جگہ نہیں رہتی۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے یہاں کوئی شخص بیش قرار انعام کی توقع کے بغیر یہ حلف نہیں اٹھاتا۔ جب وہ تمھاری طرف روانہ ہوگا تو میں اسے یہ موتی دے دونگا۔ اسی طرح جب وہ تمھارے پاس پہنچکر بیج تمھارے حوالے کردے تو تم اسے دوسرا موتی دے دینا۔ بعد ازاں جب وہ اپنے وطن کو لوٹ کر مجھے دونوں موتی دکھائے گا تو یہ اس بات کا بیّن ثبوت ہوگا کہ اس نے اپنا کام دیانتداری سے سرانجام دیا ہے۔"

جب بوڑھے قصہ خواں کی روانگی کا وقت آیا تو اُسے اتفاقاً نیلے بادبانوں والا ایک جہاز مل گیا جو دوسرے گاؤں کی طرف

گنّے لئے جا رہا تھا۔ وہ جہاز کے مالک کو کچھ روپے دے کر گنّوں پر بیٹھ گیا اور آہستہ آہستہ میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

چوتھا باب

جس دن بوڑھا حبشی رخصت ہوا اسی دن میں نے اپنی باقیماندہ جائداد کا جائزہ لیا۔ اب میرے پاس صرف میرا گھر، ایک باغ اور کچھ خورد و نوش کا سامان باقی رہ گیا تھا۔

میرا بھیڑوں کا گلہ زرخیز زمینیں اور نقد و زر جو میرے باپ دادا نے پسینہ کی جگہ خون بہا بہا کر اکٹھے کئے تھے اور جنھیں میں پھر کبھی نہ دیکھ سکوں گا سب لعل و جواہر کی شکل میں مبتدل ہو کر حبشی کی کمر سے بندھے چلے جا رہے تھے مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ پہلے میں دوسروں کو اپنے آرام و آسائش کے لئے نوکر رکھا کرتا تھا اب مجھے خود دوسروں کا ملازم بننا پڑے گا۔

اکثر لوگوں کی نظر میں میرا یہ فعل شاید پرلے درجہ کی حماقت ہو لیکن میرے لئے یہ انتہائی مسرت کا باعث تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا، "مجھے کسی دن اس عدیم النظیر قربانی کا صلہ ضرور ملے گا"

اس شام حسب معمول میں اپنی محبوبہ کے دریا کے طرف سے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ میرے پاس سے گذری اور مجھے ٹھہرے رہنے کا اشارہ کیا۔

کچھ دیر بعد وہ پانی کا گھڑا اپنے باپ کے گھر چھوڑ کر لوٹ کر آئی۔

جس رات ہم نے "موت کے درخت" کی کہانی سُنی تھی اور دریا کے کنارے اکٹھے بیٹھ کر باتیں کی تھیں اس کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ وہ مجھ سے اس طرح ہمکلام ہوئی۔

میری محبوبہ نے کہا۔ "میں نے ان چند دنوں میں تمہارے اور بوڑھے حبشی کے متعلق عجیب و غریب باتیں سنی ہیں۔ جن لوگوں کو پوری حقیقت نہیں معلوم ہوتی وہ خوب بے پر کی اُڑاتے ہیں لیکن مجھے تمہارا بھید معلوم ہے کیا میں تمہیں اس کی روانگی کا مقصد بتاؤں؟"

میں نے کہا ــــــ "حُسن کی دیوی! تیرے الفاظ شہد سے بھی زیادہ حلاوت آمیز ہیں۔"

اس نے کہا ــــــ "بعض لوگ کہتے ہیں کہ قصہ خواں کسی اور گاؤں کو چلا گیا ہے جہاں اسے زیادہ آمدنی کی اُمید ہے۔ بعض کہتے ہیں وہ اپنے وطن کو چلا گیا ہے اور بعض کا خیال ہے کہ وہ تمہارے لئے کوئی مکان یا

زمین خریدنے کے لئے گیا ہے۔ لیکن درحقیقت وہ تمھارے لئے "موت کے درخت" کا بیج لانے گیا ہے۔ حالانکہ تم نے کہا تھا کہ میں اسے خود لانے جاؤنگا خواہ اس میں میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔"

تب میں نے اس سے سارا ماجرا بیان کیا اور کہا کہ میں خود ہی جانے کے لئے کتنا بیتاب تھا اور کون کون سی مشکلات میرے سدِّراہ ہوئیں۔

اس نے کہا ـــ "اگر کوئی مرد کسی عورت کے لئے اپنی زندگی کو خطرے میں ڈالتا ہے تو اس سے عورت کی بڑائی ہوتی ہے اور اگر وہ مال و زر سے اپنی جگہ کسی اور شخص کو دُکھ جھیلنے کی ترغیب دلائے تو یہ اس کے ہوشیار ہونے کی دلیل ہے۔ پھر بھی میں یہ ضرور کہوں گی کہ تم نے ایسا کرنے میں عقلمندی سے کام نہیں لیا۔ کیا عجب ہے کہ وہ بڈھا مر جائے یا اس نے تمھیں دھوکہ دے کر روپیہ ہتھیا لیا ہو۔ اور اگر ان باتوں کا احتمال نہ بھی ہو تو بھی ممکن ہے کہ وہ بیج حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو یا انھیں تم تک پہنچانے میں ناکام رہے۔ کہیں اس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ میں تمھاری

اس قربانی کی قدر نہیں کرتی۔ میں اب بھی تمھیں پسند کرتی ہوں لیکن اتنی شدت سے نہیں۔ افسوس اب کوئی قصہ خواں شام کی ٹھنڈی فضا کو اپنی پرلطف داستانوں سے خوشگوار نہیں بنائے گا۔ تم تو اپنی دولت بھی کھو بیٹھے ہو۔ شادی کے لئے روپیہ کہاں سے لاؤ گے۔ میرا باپ مجھے روز ملامت کرتا ہے اور ——"

وہ بات کرتے کرتے دفعتہً رک گئی اور کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ اس کی پیشانی پر جو بل پڑ گئے تھے وہ بلکلخت دُور ہو گئے اور اُس نے کہا۔ "ان باتوں کا خیال نہ کرنا اگر قدرت کو منظور ہوا تو میں یقیناً تم سے محبت کروں گی۔ یہ اس شام کی تندی ہوا ہے جس نے میری زبان سے یہ تلخ الفاظ نکلوائے۔ صرف میں ہی اس سے آشفتہ نہیں۔ دریا بھی آتش زیر پا ہے اس کی موجیں تلملا رہی ہیں۔ غروب ہونے والے سورج کی پیشانی پر بھی بل پڑ رہے ہیں۔ آج کہیں نہ کہیں رات کو ضرور تباہی اور قہر نازل ہوگا۔"

اس نے سچ کہا تھا —— واقعی اس رات ایک خوفناک زلزلہ آیا،

میں گہری نیند سے جاگ اُٹھا۔ زمین تھر تھر کانپ رہی تھی میرے
گھر میں چینی کے دو گلدان فرش پر گر کر چکنا چور ہو گئے۔ گاؤں کے
کئی مکان زمین کے ساتھ ہموار ہو گئے۔ لوگوں کی چیخ و پکار سے ایک
کہرام مچ گیا۔ سب لوگ گڑگڑا گڑگڑا کر باری تعالیٰ کی درگاہ میں دعائیں
مانگنے لگے۔ خدا خدا کرکے صبح ہوئی تو میں ایک گدھے پر سوار ہو کر آبادی
سے دُور نکل گیا تاکہ دیکھوں زلزلہ سے ان غیر آباد مقامات پر کیا حالت
گزری ہے۔ میں اپنے گدھے کو آہستہ آہستہ چلا رہا تھا۔ دفعتہً
مجھے دُور سے ایک چٹان نظر آئی جس کی وضع و ہیئت پہلے سے بہت
بدلی ہوئی تھی۔ میں نے گدھے کا رخ اس طرف کیا۔ کیا دیکھتا ہوں
کہ رات کے زلزلے سے چٹان اُلٹ گئی ہے اور اس میں ایک
سرنگ سی بن گئی ہے۔

گدھے سے اتر کر میں تھوڑی دور تک اس سرنگ کے اندر گیا لیکن
اس میں اس قدر اندھیرا تھا کہ مجھے مجبوراً واپس لوٹنا پڑا۔ گھر آکر

میں نے اس کے متعلق کسی سے ذکر نہ کیا۔

اُس رات جب سب گاؤں والے سو گئے اور چاروں طرف سناٹا چھا گیا تو میں نے ایک بیلچہ اور ایک لالٹین ساتھ لی اور گدھے پر سوار ہو کر پھر اسی چٹان کی طرف چل دیا۔

وہ شاہان سلف میں سے کسی کا مقبرہ تھا کیونکہ اس میں کئی ایوان تھے اور دیواروں پر جابجا نہایت خوبصورت تصویریں آویزاں تھیں۔ معلوم ہوتا تھا کہ یہ تصویریں نہیں ہیں کسی ساحر نے پرستان کی مخلوق کو ان چوکھٹوں میں قید کر رکھا ہے۔ اس مقبرہ میں چند تہ خانے بھی تھے جن تک پہنچنے کے لئے سنگ مرمر کی نہایت خوش قطع سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں گو یہ سب کی سب ریت سے ڈھکی ہوئی تھیں۔

مجھے اس مقبرہ سے ایسے لعل و جواہر دستیاب ہوئے جن کی نظیر میں نے عمر بھر نہیں دیکھی۔ سچے موتی۔ عجیب و غریب ساخت کی

انگوٹھیاں۔ سونے چاندی کے مجسمے۔ زیورات۔

میں نے بہت سا خزانہ اسی رات وہاں سے نکال کر کسی اور جگہ دبا دیا۔ اور اس جگہ ایک ایسا نشان بنا دیا کہ میرے سوا اور کوئی شخص اسے پہچان نہ سکے۔ چونکہ خزانہ بہت زیادہ تھا اس لئے اس کے باہر نکالنے میں کئی راتیں لگیں اور میں نے محفوظ مقامات پر دفن کر دیا یہ راز میں نے کسی کو نہ بتایا کیونکہ مجھے کسی شخص پر اعتماد نہ تھا۔

جب میں اس کام سے فارغ ہو چکا تو میں ایک رات پھر اسی گاؤں کو گیا۔ جہاں میں بوڑھے حبشی کے ساتھ گیا تھا۔ میں نے دو اونٹ بیش قیمت اشیا سے لادے اور ان پر دوسری معمولی چیزیں رکھ دیں تاکہ ان پر کوئی شبہ نہ گزرے۔ اس کے باوجود مجھے لٹیروں کا بہت خدشہ تھا۔ ہر لمحہ میرا ہاتھ خنجر پر تھا اور میں اونٹوں کو بڑی تیزی سے دوڑائے جا رہا تھا۔

تیسرے دن میں بخیر و عافیت اس گاؤں میں پہنچ گیا۔ سوداگروں

نے میری خوب آؤ بھگت کی اور میں نے اپنا سارے کا سارا مال ان کے ہاتھ فروخت کر دیا۔

اس طرح اب میں پہلے سے کہیں زیادہ دولتمند بن گیا اور اس روپے سے جو میں نے بیج لانے کے لئے قصہ خواں کے حوالے کر دیا تھا کئی گنا میرے ہاتھ آ لگا۔ اب مجھے اپنی محبوبہ کے باپ کا بھی اندیشہ نہ تھا اور میری خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔

لیکن میری یہ خوشی فوراً ہی غم میں مبتدل ہو گئی۔ وہی دولت جو تھوڑی دیر پہلے بہشت کا ایک شیریں خواب تھی اب دوزخ کے انگاروں سے زیادہ تکلیف دہ بن گئی۔ افسوس! میں نے سچے دل سے ایک قربانی کی لیکن وہ بھی قبول نہ ہو سکی۔ میں نے اپنے دل میں کہا اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بوڑھا حبشی اس زلزلے سے جان بحق تسلیم ہو گیا ہے اور اس کا مدفن وہ چٹان ہے جس سے مجھے خزانہ دستیاب ہوا یا وہ کہیں دریا کی تہ میں غرق

ہوگیا ہے۔ گویا جو کچھ میں نے قصہ خواں کی نذر کیا وہ مجھے پھر واپس مل گیا ہے۔ اب مجھے اپنے کام شوق کے حاصل ہونے کی کیسے امید ہو سکتی ہے۔

کچھ دن بعد ایک شخص سے میری ملاقات ہوئی جو زلزلے کے دوسرے دن اپنے گاؤں کو جاتے ہوئے بوڑھے حبشی سے ملا تھا اس لئے میرے دل میں امید کی ایک شعاع پھر چمک اُٹھی۔

غرض یہ ایک عجیب کشمکش بیم و امید کا عالم تھا نہ میرے سامنے خوشی کا لہلہاتا ہوا باغ تھا اور نہ غم کی کالی گھٹائیں میں جی کڑا کر کے بیٹھ رہا اور نہایت بے صبری سے مستقبل کا انتظار کرنے لگا۔

ایک شام میری محبوبہ پھر مجھ سے ہمکلام ہوئی اور کہا۔

"گاؤں کے لوگ تمہارے متعلق عجیب چہ میگوئیاں کر رہے

ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ تم نے اپنا بہت سا مال بیچا اور پھر اس سے کئی گنا خرید لیا۔ لیکن وہ ناسمجھ ہیں میں جانتی ہوں کہ تم نے اپنی ساری دولت بوڑھے قصہ خواں کے حوالے کر دی ہے، اور میں تعجب کرتی تھی کہ میرا باپ مجھے اس شخص سے کیسے بیاہ دیگا جو اب بالکل مفلس ہو چکا ہے۔ لہذا مجھے بتاؤ کہ تم نے اتنی دولت کیسے حاصل کی۔ یا تو تم نے مجھ سے جھوٹ کہا کہ تم نے اپنی جائداد بیچ کر بوڑھے حبشی کے حوالے کر دی ہے یا تمھارے پاس کوئی ایسا جادو ہے جس سے تم روپیہ حاصل کر سکتے ہو۔ اگر تم نے واقعی قصہ خواں کو روپیہ نہیں دیا تو پھر تمھیں روپہلی بیجوں کو حاصل کرنے سے مایوس ہو جانا چاہئے اور اگر تم جادو کے ذریعہ روپیہ پیدا کرتے ہو تو یہ جادو مجھے بھی بتا دو تاکہ میں اپنے باپ کو خوش کروں اور اپنے لئے ایک نیا ملبوس اور سونے کی چوڑیاں بنواؤں۔"

میں نے کہا ــــ "میں نے جھوٹ نہیں بولا اور نہ میرے پاس کوئی جادو ہے۔ میری قسمت میں لکھا تھا کہ مجھے ایک بہت بڑا خزانہ دستیاب ہو۔ اب اس کے متعلق مجھ سے کچھ نہ پوچھو۔ باقی رہا نیا ملبوس اور سونے کی چوڑیاں۔ تو تم ان کی خواہش کیوں کرتی ہو؟"

اس نے کہا۔ "میری ایک چچیری بہن ہے جو بیحد خوبصورت ہے۔ اب اس کی شادی کا وقت قریب آگیا ہے لیکن اسے اتنا بھی نہیں معلوم کہ اس کا بیاہ کس سے کیا جائے گا۔ وہ ایک نہایت فرمانبردار لڑکی ہے اور اس کے ماں باپ جس شخص کے ساتھ اس کا بیاہ کر دیں گے وہ بلا چوں وچرا اس شخص کو قبول کرلے گی اس کا باپ ضرور کسی امیر شخص کو منتخب کریگا۔ اس کی شادی پر ایک بڑا بھاری جشن ہوگا۔ رات بھر ناچ اور راگ رنگ ہوتا رہے گا۔ ضرور ہے کہ میرا باپ مجھے بھی وہاں بھیجے لیکن اگر میں اس معمولی لباس اور سازوسامان کے ساتھ وہاں جاؤنگی تو اس میں میری سخت توہین ہوگی کیونکہ میرا باپ زیادہ مالدار نہیں۔"

میں نے کہا "تم کچھ فکر نہ کرو کل صبح میں تمھیں تحفہ کے طور پر اناروں کا ایک ٹوکرا بھیجوں گا۔ اس میں اشرفیوں کی ایک تھیلی رکھی ہوگی۔"

میری محبوبہ نے کہا "سنو، مجھ سے تمھاری محبت ایک صحرا کی طرح بے پایاں ہے اور میں تم سے ریت کے ایک ذرے کے برابر بھی محبت نہیں کرتی۔ کیا اب تم مجھے یہ تحفہ بھیجو گے؟"

میں نے جواب دیا "ہاں میں اب بھی یہ تحفہ ضرور بھیجونگا۔"

میری محبوبہ نے کہا "اگر لوگوں کو اس کا پتہ چل گیا تو وہ معلوم نہیں کیا کیا بات کے بتنگڑ بناتے پھرینگے۔ اس لئے تم اس راز کو پوشیدہ رکھنا۔"

وہ میرے وعدہ پر اس قدر خوش تھی گویا بچے کو کوئی کھلونا ہاتھ آگیا تھا اس نے سچ کہا تھا کہ وہ ابھی بہت کمسن ہے۔ تاہم محبت اُس کی پرسکون آنکھوں میں گہری نیند سو رہی تھی۔ بعینہ اس طرح جیسے کوئی سنہری مچھلی کسی گہرے تالاب کی تہ میں پڑی سو رہی ہو اور اس کی بیداری کا وقت قریب آرہا ہو۔

پانچواں باب

بوڑھے حبشی کو گئے ہوئے پورے آٹھ مہینے گزر چکے تھے میں نہیں کہہ سکتا کہ میں نے اتنا عرصہ کس طرح گزارا۔ اگلے مہینے اس کے وعدے کے مطابق "موت کے درخت کا بیج" مجھے ملنا تھا۔

اس لئے اب ہر آہٹ پر مجھے ایک قاصد کے قدموں کی چاپ سنائی دیتی ہوئی معلوم ہوتی اور ہر آواز پر یہ گمان ہوتا کہ کوئی شخص میرا نام لے کر پکار رہا ہے۔ میرا دل نہایت بیچین تھا۔ میری نیند رخصت ہو چکی تھی اور میں رات کا بیشتر حصہ اکیلا اپنے باغ میں ٹہل ٹہل کر گزار دیتا تھا۔

اس مہینے کی نویں رات کو دور سے گانے بجانے کی آوازیں میرے کانوں کو سُنائی دیں۔ اس رات میری محبوبہ کی چچیری بہن کی شادی تھی اور رات بھر رقص و سرود سے ایک ہنگامہ برپا رہا۔
صبح کو یہ تمام شور وغل سکوت میں گم ہو گیا۔ میں باغ میں ٹہل

رہا تھا۔ جونہی میں باغ کے دروازے کے قریب پہنچا تو مجھے ایک دھیمی سی آواز سنائی دی۔ جیسے کسی نے آہستہ سے میرا نام لیا ہو۔ یہ کسی قاصد کی آواز نہیں بلکہ میری محبوبہ کی آواز تھی۔

میں نے فوراً دروازہ کھول دیا اور وہ چپ چاپ میرے باغ میں داخل ہو گئی۔ اُس نے اپنے نیا ملبوس زیب تن کر رکھا تھا اور اس کی نازک نازک کلائیوں میں سونے کی چوڑیاں چمک رہی تھیں۔ صبح کی دھیمی روشنی میں اس کا چہرہ کچھ اُترا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ اور اس کی آنکھیں خمار آلود تھیں۔ میں نے کہا۔ "پیاری! رات بھر کی بیداری سے تم کتنی ماندی پڑ گئی ہو۔"

اس نے میری طرف دیکھا لیکن مُنہ سے کچھ نہ کہا۔

میں نے پھر کہا۔ "یہ جشن بڑی دیر تک برپا رہا ہے۔ میں رات بھر گانے کی آوازیں سنتا رہا ہوں۔"

میں نے اس کے بیٹھنے کو درخت کے سائے میں قالین بچھایا اور

دل ہی دل میں اس کے خلافِ معمول صبح سویرے آنے پر تعجب کرنے لگا۔

وہ قالین پر گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی اور دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپالیا۔ کچھ دیر بعد اُس نے پھر سکوت توڑی اور کہا۔ "میں شادی پر نہیں گئی تھی۔ آہ! مجھے تم سے بہت کچھ کہنا ہے اور میرا ایک لفظ بھی ایسا نہیں جسے تم درگزر کے لائق سمجھو لیکن مجھ سے وعدہ کرو کہ جو کچھ میں کہوں تم اُسے آخر تک سنو گے۔"

یہ سُن کر میرا دل بیٹھ گیا۔ مجھے اپنی ناکامی کا یقین ہو گیا اور میں نے کچھ دیر خاموش رہ کر کہا۔

"اچھا کہو۔ میں اُسے آخر تک سنونگا۔"

اس کے بعد وہ قالین پر لمبی پڑ گئی اور اپنے ہاتھ سر کے نیچے رکھ کر اس طرح گفتگو کرنے لگی گویا کوئی تھکا ماندہ بچہ ایک لمبا سبق سنائے۔

اس نے کہا ۔ کل صُبح میں دریا پر نہانے گئی ۔ جب میں غسل سے فارغ ہو کر کپڑے پہن چکی تو میں نے دیکھا کہ ایک سفید گدھا چاندی کے زیورات سے آراستہ و پیراستہ میری طرف چلا آ رہا ہے، اور اس پر ایک نوجوان سوار ہے ۔ میرے قریب پہنچکر وہ اپنے گدھے سے اُترا اور میرے چہرے پر ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگا ۔ اس کا چہرہ ہم سے زیادہ سانولا تھا ۔ لیکن بوڑھے قصّہ خواں کی طرح سیاہ نہ تھا ۔ میں نے اس کی آنکھوں سے ایک ہی نظر میں وہ کچھ بھانپ لیا جو میں تمھاری اور دوسرے مردوں کی آنکھوں میں دیکھ چکی ہوں ۔ اُسے میرے ساتھ محبت تھی لیکن اس کا مجھُ پر کوئی اثر نہ ہوا ۔ گویا میری آنکھوں پر پٹّی بندھی تھی ۔

اس نے مجھ سے تمھارا پتہ پوچھا ۔ یہ الفاظ اُس نے ہماری زبان میں رُک رُک کر ادا کئے ۔ اس کے لہجے سے صاف ظاہر تھا کہ اُسے ہماری زبان سیکھے زیادہ عرصہ نہیں گزرا ۔

میں نے کہا۔ "میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ میں تمھیں اس کے پاس لے چلونگی۔"

وہ بولا۔ "اے مہ جبین عورت! خدا کی قسم میں تو تیری محبّت کا رسیا ہوں ــــــ!"

میں کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ کیونکہ اُسے میری صورت دیکھے ابھی ایک لمحہ بھی نہ گزرا تھا۔ اور اس لئے اس نے تکلفی سے اپنی محبّت کا اظہار بھی کر دیا میں اپنی ہنسی ضبط نہ کر سکی۔

میں نے شوخی سے کہا۔ "اس کے بعد دریا کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کھانا۔"

اس لئے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔

کچھ دیر سوچنے کے بعد میں نے اس سے پوچھا۔ "ہاں! تمھیں اُس شخص سے کیا کام ہے؟"

اس سوال پر وہ کچھ چپ سا ہو گیا اور میرے اصرار کرنے پر بولا۔

"یہ مت پوچھو کیونکہ مجھے اس کے بتانے کی ممانعت ہے۔"

تب میری آنکھوں پر ایک اندھیرا سا چھا گیا۔ مجھے اپنے آپ
پر قابو نہ رہا۔ میری مثال صحرا کے اس خود رو پھول کی سی تھی جو اپنی
شاخ سے ٹوٹ گیا ہو اور تقدیر کی ہوا اسے جہاں چاہے اُڑا لے جائے
میں اسے بہکانے کی کوشش کرنے لگی۔

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "واہ صاحب! تمھارا عشق بھی خوب ہے
تم نے تو اپنی معشوقہ کی پہلی ہی بات رَد کر دی"۔

یہ سن کر اس کے چہرے پر مُردنی سی چھا گئی اور وہ لمبے لمبے سانس
لینے لگا۔ پھر اس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک چمکتی ہوئی چیز باہر
نکال کر کہنے لگا۔

"دیکھو! یہ وہ چیز ہے جو میں اسے دینے جا رہا ہوں"۔

اس کے ہاتھ میں ایک گیند سی تھی جو بظاہر چاندی کی تھی لیکن
دراصل کسی اور چیز کی بنی تھی۔ اس میں زندگی اور موت کے جوہر مستور
تھے۔ افسوس! یہ بات ازل سے مقرر ہو چکی تھی جب کہ آسمان ستاروں

سے مزین نہیں ہوا تھا۔ اور زمین کی تخلیق ظہور میں نہ ہوئی تھی۔

میں نے اس شخص پر نظر ڈال کر دیکھا تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ مردانہ حسن میں اس کا ثانی روئے زمین پر نہیں۔ اس کی آواز خوش الحان پرندوں سے بھی زیادہ شیریں ہے اور میرے دل میں اس کا عشق اس حد تک سما چکا تھا کہ میرے لئے اس کے بغیر ایک لمحہ بسر کرنا بھی دشوار تھا۔

پھر اس نے چلا کر کہا۔ "دیکھو! میں نے تمہارے لئے اپنا مقدس عہد توڑ ڈالا ہے۔ اور اس کی پاداش میں مجھے موت کا تلخ گھونٹ چکھنا پڑے گا۔ میری عمر صرف چند لمحے باقی رہ گئے ہیں۔ اگر یہ لمحے تمہاری محبت میں بسر ہو جائیں تو میں سمجھوں گا کہ میں نے اپنی زندگی بہت گراں قیمت فروخت کی ہے ـــــ کیا میں تم سے محبت نہیں کرتا ہ کیا میں، تمہاری پرستش نہیں کرتا؟"

میرا سر جھک گیا۔ چہرہ زرد پڑ گیا۔ میں گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی اور میرے

مُنہ سے بے اختیار نکل گیا۔

"اسے میرے آقا! - اے میرے دل کے مالک! میں تمھاری اور صرف تمھاری ہوں۔"

ان الفاظ کے بعد وہ پھوٹ کر رونے لگی اور اس کا سارا جسم کانپ اُٹھا۔

کچھ دیر خاموش رہ کر میں نے کہا۔ "کیا تم جو کچھ کہنا چاہتی تھیں کہہ چکیں"۔

اس نے چلا کر کہا۔ "نہیں۔ نہیں۔ ابھی نہیں"۔

میں نے کہا۔ "تو پھر باقی بات کہہ ڈالو"۔

اب وہ درخت کے تنے کو پکڑ کر کھڑی ہو گئی اور بولی۔

" وہ نوجوان صحرا کے راستے آیا ہے۔ کل رات وہ ایک چٹان کے پاس پہنچا وہاں اس نے ایک مقبرہ دیکھا اور رات بسر کرنے کے لئے وہیں ٹھہر گیا۔ صبح ہوتے ہی اس نے اپنا سامان سفر وہیں چھوڑا اور اپنے سفید گدھے پر سوار ہو کر تمھاری تلاش میں نکلا ہی تھا کہ وہ مجھ سے دوچار ہوا۔

اس کے بعد اسے اپنے فرض کی انجام دہی کا ذرا بھی خیال نہ رہا ابھی لوگوں نے چلنا پھرنا شروع ہی کیا تھا کہ وہ مجھے اپنے ساتھ اس مقبرے کی طرف لے چلا جہاں اُس نے رات بسر کی تھی اس نے مجھے گدھے پر بٹھایا اور آپ میرے ساتھ ساتھ چلتا رہا، ایک گھنٹے سے کم عرصہ میں ہم اس مقبرہ تک پہنچ گئے۔

جب آفتاب غروب ہونے کو آیا تو میں سخت خائف ہوئی کہ کہیں میرا باپ لوگوں کو ساتھ لے کر میری تلاش میں نہ نکل پڑے۔ اس لئے میں فی الفور گھر لوٹ آئی۔ میرے باپ نے پوچھا تو اتنی دیر کہاں رہی۔ میں نے جواب دیا اپنی بہن کے یہاں کام کاج میں مصروف تھی۔ یہ سن کر وہ چپ ہو گیا۔ میں نے اپنا لباس بدلا۔ کلائیوں میں سونے کی چوڑیاں پہنیں اور اپنے باپ سے اپنی چچیری بہن کی شادی کی تقریب پر جانے کی اجازت مانگی میرا باپ بہت بوڑھا اور کمزور ہے۔ اس کے لئے رات

بھر جاگنا سخت دشوار ہے۔ اس لئے اُس نے مجھے خوشی سے اجازت دے دی اور آپ لیٹ کر خرّاٹے بھرنے لگا۔

میں گھر سے نکل کر جلد جلد قدم اُٹھاتی۔ لوگوں کی نظروں سے بچتی اسی مقبرے کی طرف روانہ ہوگئی کیونکہ میں جانتی تھی کہ ہماری زندگی کی صرف چند گھڑیاں باقی رہ گئی ہیں۔ جب میں اپنے محبوب کے پاس پہنچی تو میرا سانس چڑھا ہوا تھا۔ میں نے تمام رات اسی مقبرے میں گزاری اور اب وہیں سے واپس آ رہی ہوں کیونکہ میرا تم سے ملنا نہایت ضروری ہے۔ تمھارے پاؤں کی آہٹ سن کر میں نے تمھیں آواز دی۔ اب میں اپنے اصل مقصود کی طرف آ رہی ہوں۔"

اس کے بعد وہ چپ ہوگئی اور تھوڑی دیر میرے چہرے کو نہایت غور سے دیکھتی رہی۔

پھر اُس نے کہنا شروع کیا۔

"تمھاری آنکھوں میں نہ تو غصّہ کی علامات ہیں اور نہ رحم کی خدا کے لئے میری طرف اس طرح نہ دیکھو۔ سنو! میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں"

"اس شخص نے اپنا حلف توڑ ڈالا ہے اور اس کی سزا اسے یقیناً ملے گی۔ ایک شخص اس کے پاس آئے گا۔ معلوم نہیں کب؟ مگر اس کی آمد کا وقت قریب ہے۔ وہ اس سے کہے گا کہ مجھے وہ ایک ہی رنگ و روپ کے موتی دکھاؤ جو تمھارے ایفائے عہد کا ثبوت ہیں۔ اگر وہ موتی دکھانے سے قاصر رہا تو وہ اسی وقت ہلاک کر دیا جائے گا۔ کیا اس نوجوان کی موت میری ہلاکت کا باعث نہ ہوگی ——؟

ان ایک جیسے موتیوں میں سے ایک اس کے پاس ہے اور دوسرا تمھارے قبضہ میں ہے۔ اس لئے اب

تین انسانوں کی زندگی تمھارے ہاتھ میں ہے۔

اگر تم ان تمام واقعات کو تقدیر کا کھیل خیال کرتے ہوئے مجھے یہ موتی دے دو تو میں عمر بھر تمھاری احسانمند رہوں گی۔ شاید میں تم سے اتنی بڑی قربانی کی توقع نہ کرسکوں اس لئے اگر تم چاہو تو میں اسی جگہ رہوں گی۔ اگر تم مجھے اپنی بیوی یا لونڈی بنا کر رکھنا چاہو تو میں اس پر بھی تیار ہوں۔ میری خواہش صرف اتنی ہے کہ تم یہ موتی جلد کسی کے ہاتھ اس کے پاس بھجوا دو تاکہ وہ صحیح وسلامت اپنے وطن کو پہنچ جائے۔ مجھ سے قسم لے لو کہ میں دوبارہ اس کی صورت تک نہ دیکھوں گی۔ تم میرے ساتھ جو سلوک چاہو کرو لیکن خدا کے لئے اس کا خون نہ کرو یہ صرف میرا قصور تھا کہ وہ خود رو پہلی بیجوں کو تم تک نہ پہنچا سکی۔ لیکن اُس نے یہ بیج میرے ہاتھ بھیج کر اپنا

وعدہ پورا کر دیا ہے۔"

میں یہ کیفیت سن کر بالکل گم سم ہو گیا۔ جب اُس نے اپنی چادر سے بیج نکال کر دیئے تو مجھ سے ضبط نہ ہو سکا میں نے فوراً اس کے ہاتھ سے بیج چھین لئے اور اپنا خنجر اس کے سینے میں بھونک دیا۔ وہ تڑپ کر میرے قدموں کے پاس گر پڑی اور چند ہی لمحوں میں راہئ عدم ہو گئی ———،

میں خاموشی سے اس کی لاش کو تکتا رہا۔ میری طبیعت میں کوئی پریشانی یا اضطراب نہ تھا۔ میرا دماغ اپنی طبعی حالت میں کام کر رہا تھا اور میں خوب سمجھتا تھا کہ مجھے کیا کرنا ہے۔

میں نے اپنے باغ کے ایک گوشے میں ایک گہری قبر کھودی اور لاش کو ایک قالین میں لپیٹ کر موت کا

بیج اس کے ساتھ قبر میں دفن کر دیا۔ میں نے مٹی کی سطح ہموار کر دی تاکہ اس کے کھودے جانے کی کوئی علامت باقی نہ رہے۔

پھر میں نے اپنا خون آلود خنجر صاف کیا اور گدھے پر سوار ہو کر مقبرے کی طرف چل دیا۔ لیکن میرے پہنچنے سے پہلے ہی میرے رقیب کا کام تمام ہو چکا تھا۔ وہ شخص مقبرے کے دروازے پر مرا پڑا تھا۔ اس کے گلے میں ایک چاقو پیوست تھا اور وہ گدھے کے لئے جو گھاس لایا تھا سب کی سب زمین پر بکھری پڑی تھی۔ پاس ہی پیتل کا ایک کٹورا اور پانی کی صُراحی رکھی ہوئی تھی، اس کا چاندی کے زیوروں سے آراستہ و پیراستہ گدھا موجود نہ تھا۔ میں نے خیال کیا کہ جس شخص نے اسے قتل کیا ہے وہ گدھے کو اپنے ساتھ لے گیا ہوگا۔ مگر اُس نے موتی کو

ہاتھ نہ لگا یا کیونکہ وہ اس نوجوان کی مٹھی میں تھا۔ میں نے موتی کو وہیں پڑا رہنے دیا اور مقتول کی لاش کو گیدڑوں اور عقابوں کا لقمہ بننے کے لئے زمین پر چھوڑ کر مقبرے سے باہر نکل آیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نوجوان کے پیچھے پیچھے ایک اور شخص آرہا تھا۔ جو پوشیدہ طور پر اس کی نگرانی کر رہا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ اُس نے اپنا عہد توڑ ڈالا ہے تو اُس نے اسے موقع پا کر ہلاک کر دیا۔

اس کے بعد میں اپنے گھر لوٹ آیا اور اپنے بستر پر لیٹ کر زہر کا پیالہ نوش کر کے اپنی آخری نیند کا انتظار کرنے لگا۔ لیکن زہر کا مجھ پر کچھ اثر نہ ہوا۔ مجھے نیند تو ضرور آئی لیکن وہ میری آخری نیند نہ تھی۔ اگلے روز دوپہر کے بعد میری آنکھ پھر کھل گئی۔

اس نیند کے دوران میں مجھ پر یہ حقیقت عیاں ہوئی کہ مجھے اپنی موت کے لئے اس وقت تک انتظار کرنا پڑے گا جب تک "موت کا درخت" نشوونما پاکر میرا خون چوسنے کے قابل نہ ہو جائے۔

چھٹا باب

گاؤں بھر میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ میری محبوبہ ایک ایک دوسری قوم کے نوجوان کے ساتھ بھاگ گئی ہے کیونکہ لوگوں نے ان دونوں کو اکٹھے دیکھا تھا۔ بعض کہتے تھے کہ وہ دریا میں ڈوب کر مر گئی ہے کیونکہ وہ اکثر دریا پر نہانے جایا کرتی تھی لیکن اصل حقیقت سے کوئی واقف نہ تھا۔

جوں جوں وقت گزرتا گیا میری طبیعت میں ایک عجیب تبدیلی پیدا ہوتی گئی۔ اب کسی عورت کا حسن مجھ پر اثر نہ کر سکتا تھا اور نہ کوئی منظر مجھے اپنی طرف راغب کر سکتا تھا۔ مجھے دنیا کی خوبصورت سے خوبصورت چیز بھی اپنی طرف مائل نہ کر سکتی تھی میرے دل میں دنیا کے ہنگاموں سے دور رہنے اور تنہائی کی زندگی بسر کرنے کے سوا اور کوئی خواہش نہ تھی۔ میرے گھر میں نہ کوئی مہمان آتا تھا اور نہ نغموں اور قہقہوں کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ وہ پہلی سی لمبی اور میٹھی نیند ہمیشہ کیلئے مجھ سے رخصت

ہوگئی۔ میں سوتے وقت خدا جانے کیا کچھ بڑ بڑاتا۔ مہیب اور دہشتناک خواب میری طبیعت کو پریشان کرتے اور جب میں بیدار ہوتا تو مطلق امتیاز نہ کر سکتا کہ میں بیدار ہوں یا خوابیدہ۔ ہر وقت مجھے اپنی محبوبہ کا ہی خیال دامنگیر رہتا جو اب ہزاروں من مٹی کے نیچے پڑی سو رہی تھی۔ میرا جی چاہتا تھا کہ کسی طرح اسے موت کی نیند سے جگاؤں اور اس سے کہوں کہ میں تیرا قصور معاف کر دینا چاہتا تھا لیکن کسی بات نے مجھے بیحد برافروختہ کر دیا۔ وہ بالکل ویسی ہی تھی جیسا کہ وہ اپنے متعلق اکثر کہا کرتی تھی۔ یعنی وہ صحرا کا ایک خود رو پھول تھی جو شاخ سے جدا ہو کر زمین پر گر پڑا ہو اور ہوا اسے جدھر چاہے اُڑا کے لئے جائے۔

اسی طرح پہلا سال گزر گیا ــــ جب میں کبھی کبھی شام کے وقت اپنے باغ میں ٹہلتا تو میں ایسا محسوس کرتا گویا وہ ایک بادل کی

طرح آتی اور فی الفور غایب ہو جاتی۔ جب دوسرا سال شروع ہُوا تو وہ زیادہ وضاحت کے ساتھ نظر آنے لگی اور زیادہ دیر توقف کرنے لگی۔ کبھی کبھی میں اس کی آواز بھی سُنتا۔

ایک دن وہ کھجور کے پیڑ کے نیچے کھڑی تھی اس نے اپنی چادر اُٹھائی اور اپنے برہنہ سینے کے زخم کی طرف اشارہ کرکے کہنے لگی۔

"تو بہت ظالم ہے۔ تو نے مجھے بہت اذیت پہنچائی ہے۔ اُف! تو اس نازنین کو کیسے صدمہ پہنچا سکا جس سے تو اس قدر محبت کرتا تھا۔"

آخر وہ دن آپہنچا جب موت کے درخت نے میرا خون نوش کرنے کے لئے زمین سے اُگنا تھا۔

ابھی آفتاب مکمل طور پر طلوع نہیں ہوا تھا کہ میں اپنی محبوبہ کی قبر کے پاس گیا۔ باغ کے اس گوشے میں کسی کو آنے کی اجازت نہ تھی میں خود ہی اس قطعہ زمین سے گھاس پھونس پرے ہٹاتا تھا

میں نے دیکھا کہ اس کی قبر میں چھوٹے چھوٹے سوراخ
پیدا ہو گئے ہیں اور ان میں سے کوئی چیز باہر نکل رہی ہے
یہ اوپر سے گول تھی اور اس کی رنگت سیاہی مائل سبز ہونے کے
علاوہ کسی قدر سُرخ بھی تھی۔ اس پر چھوٹے چھوٹے قطرے بھی
تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ زمین سے باہر نکلنے کی کوشش میں وہ
عرق آلود ہو گیا ہے۔

یہ دیکھ کر میں اپنے اُجڑے ہوئے گھر کو لوٹ آیا۔ کیونکہ میں
اس سے پہلے ہی اپنے غلاموں اور نوکروں کو زر و جواہر سے مالا
مال کر کے رخصت کر چکا تھا۔

میں نے غسل کیا اور ایک سفید لباس پہن کر "موت کے درخت"
کے پاس آیا۔ اس عرصہ میں وہ تقریباً دو ہاتھ بلند ہو چکا تھا۔
ابھی تک اُس کی صرف ایک ہی شاخ تھی جو اوپر سے باریک
ہوتی جاتی تھی۔ غور سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ اس سے کچھ کچھ دھُواں

نکل رہا تھا۔ میں اس کے پاس بیٹھ گیا اور تعجب سے اس واقعہ کو دیکھنے لگا۔

جب وہ بوٹا آدمی کے قد کے برابر ہو گیا تو اس سے اور بھی شاخیں پھوٹ کر ادھر اُدھر پھیلنے لگیں۔ وہ زمین کی طرف جھک جھک کر اس طرح بل کھا رہی تھیں گویا ہوا میں سانپ لہرا رہے تھے۔ ہر شاخ میں بے شمار چھوٹے چھوٹے مُنہ نظر آتے تھے جو کبھی کھلتے اور کبھی بند ہو جاتے۔

درخت آہستہ آہستہ زیادہ بلند ہوتا گیا اور اس کے سرے پر ایک گچھا سا پیدا ہوا جو برابر پھولتا جاتا تھا۔ میں نے خیال کیا شاید "موت کے درخت" کا بیج یہیں پیدا ہو گا۔

آفتاب سمت الراس تک پہنچ چکا تھا۔ میں درخت سے ذرا پرے ہٹ کر کھڑا ہو گیا لیکن میری آنکھیں بدستور اس پر گڑی رہیں۔ اس کے تنے سے نئی نئی شاخیں پھوٹ رہی تھیں اور زمین کی طرف جھکتی

جاتی تھیں یہاں تک کہ زمین ان سے بالکل ڈھک گئی۔ پھر اس مقام پر جہاں میں نے اپنی محبوبہ کو دفن کیا تھا سبزے اور سُرخی کا تلاطم نظر آنے لگا۔

دو پہر کے بعد اس پچھے کو جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے تین پھلیاں لگیں۔ ان پھلیوں کی جلد سفید، باریک ریشم کی سی تھی اور رگیں انسانوں کی رگوں کی طرح اُبھری ہوئی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ لحظہ بہ لحظہ آہستہ آہستہ پھولتی جاتی تھیں اور ان کے درمیان کوئی سفید سی چیز اُبھرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ تنے کا سرا اس طرح جھوم رہا تھا جیسے وہ نزع کی حالت میں ہو۔

اب تک یہ عمل نہایت سکون کے ساتھ ظہور میں آ رہا تھا لیکن ایکلخت ان پھلیوں میں سے ایک پھٹ گئی اور اس سے ایک ایسی چیخ نکلی جیسے شدید تکلیف کی حالت میں کسی عورت کے مُنہ سے نکلی ہے۔ دفعتہً اس پھلی میں سے حسُن کا ایک شاندار پھول نکلا۔ ایسا عجیب

پھول میں نے عُمر بھر نہیں دیکھا۔ اس پھُول سے ایک سُنہری غبار
گرنے لگا جو سورج کی روشنی میں اس طرح چمکتا تھا کہ اسے دیکھ
کر آنکھیں چندھیا جاتی تھیں اور اس کی خوشبو اس قدر تیز تھی
کہ اس سے دور کھڑے ہونے کے باوجود میرا سر چکرانے لگا۔

تب میرے مُنہ سے بے اختیار یہ الفاظ نکلے۔

"اے موت کے درخت"۔ اے محبّت کے درخت! اے وہ درخت
کہ جس کی جڑوں نے میری اس دولت پر پرورشس پائی ہے۔ جسے میں
تمام دُنیا سے زیادہ عزیز جانتا تھا۔ آ! مجھے بھی نگل جا تاکہ ہم دونوں
ایک ہو جائیں اور مجھے زندگی کی کشاکشس سے نجات حاصل ہو۔ اے
"موت کے درخت" اے محبت کے درخت! دیکھ میں تیری طرف آتا ہوں"۔

میں آہستہ آہستہ درخت کی طرف بڑھا اور اپنی ملتجی نگاہیں
اُوپر اُٹھائے اس کے پاس بیٹھ گیا۔ اتنے میں باقی دو پھلیاں بھی پھٹ گئیں
اور میں نے دو مرتبہ پھر پہلی جیسی چیخ سُنی۔ ان دونوں پھلیوں سے بھی

ویسے ہی خوبصورت پھول پیدا ہوئے۔ سُنہری غبار کی چمک سے میری آنکھیں خیرہ ہوگئیں اور پھولوں کی تیز خوشبو سے میرا دم گھٹنے لگا۔ درخت کی بڑھتی ہوئی شاخوں نے مجھے اپنی آہنی گرفت میں لے لیا اُس کے لاتعداد مُنہ میرا خون چوسنے لگے اور مجھُ پر موت کی نیند طاری ہوگئی۔

یہ حکایت میں نے لکھی ہے جسے عالم حیات سے رخصت ہوئے عرصہ دراز گذر چکا ہے اور جس کی ہڈیاں مٹی کے ساتھ مٹی ہو چکی ہیں۔ میں نے یہ داستان اجنبی ملک اور اجنبی زبان کے ایک ایسے شخص سے تحریر کرائی ہے جس سے میں روشناس نہیں۔

تمام شُد

فہرست کتب

ہاشمی بکڈپو

۱۶۴ - انارکلی - لاہور

موت کا درخت

صحرا کی ایک بھولی بسری داستان مترجمہ غلام محی الدین بی۔ اے ۔ -|۱۲|-

یاما

یاما ان عورتوں کی زندگی کی تصویر ہے جو مردوں کی نفس پرستی پر قربان کی جاتی ہیں۔ جلد اول -|8|۱ جلد دوم -|8|۱

گسٹاپو

نازی جرمنی کی خفیہ پولیس گسٹاپو کے مظالم کی ایک خونچکاں داستان۔ لرزہ خیز ناول کی صورت میں۔ -|8|۱

رضا شاہ پہلوی

ایران کو مغربی ممالک کی صف میں کھڑا کرنے والے کے حالات زندگی مترجمہ غلام محی الدین بی۔ اے۔ -|8|۱

شاہجہان

محمد رفیق خاور ایم۔ اے ایل ایل بی

مغلیہ دربار کے جاہ و جلال اور شاہی حرم کی زندگی کا دلفریب مرقع (ڈراما) -|۱۲|۱

● طاہرہ ——— نواب الدین بی۔ اے (علیگ)

طاہرہ ایک نہایت دل آویز ناول ہے جس میں پنجاب کے ایک شریف معزز اور اعلیٰ تعلیم یافتہ گھرانے کی بلند معاشرت دکھائی گئی ہے۔ ——— ۱|8|-

● بھوک اور دوسرے افسانے

پنجاب کے نوجوان ادیب پروفیسر حمیدالدین ایم۔ اے کے افسانوں کا مجموعہ۔ ۱|-

● دھرتی ماتا ———

پرل بک کے مشہور ناول گڈ ارتھ کا اردو ترجمہ۔ چینی کسانوں کی زمین سے محبت غربت۔ ایثار اور بلند حوصلگی کا بہترین نمونہ۔ ——— ۱|8|-

● مصر کی رقاصہ ——— احمد شاہ بخاری پطرس ایم۔ اے

روح اور جسم کے تصادم کی حیرت انگیز داستان ——— ۱|-

● داستان ——— پیری لوئی

دنیا کی حسین کتاب افرودایتی کا اردو ترجمہ ——— ۲/-

● **طلسمات** ——— عابد علی عابد ایم۔اے۔ ایل ایل بی

زندگی کی تلخیوں اور ناکامیوں کے پندرہ مرقعے۔ —— -/1

● **قلوپطرہ** ———

سرزمین مصر کا زبردست تاریخی ناول۔ قدیم دنیا کی حسین ترین عورت

کے عشق و محبت کی داستان۔ —— -/8/2

● **عورت اور دوسرے افسانے** رشیدہ جہاں

عورت اور اس کی مظلومیت کی داستان —— -/1

● **مہدی** ایم۔ ایم۔ اسلم۔

مصر کی جنگ آزادی۔ مجاہدین کی بہادری۔ عوام کی

جاں نثاری کی دلچسپ کہانی ناول کے رنگ میں۔ - -/3

● **ناگ رانی** ———

ہندوستان کی الف لیلہ۔ —— -/8/1

———

فانتا مارا

مشہور اطالوی ناول نویس اگنیز دسلو کے ناول فانتا مارا کا اُردو ترجمہ

—— دُنیا میں کیا کیا ایجادات ہُوئیں لیکن انسانی زندگی کی سب سے بڑی لعنتیں بھوک اور افلاس وہیں کی وہیں رہیں۔ ذرائع پیداوار نے ترقی سے اناج کی بہتات اور دولت کی فراوانی کا ٹھکانا نہ رہا لیکن نہ تو عالمگیر غربت کا علاج ہوا اور نہ عوام کے روزمرہ دُکھ کی دوا میسر آئی اس کی وجہ یہ ہے کہ پیداوار اور اس کی تقسیم ہمیشہ ایک محدود طبقے کے ہاتھ میں رہی جس کا مقصد عوام کا پیٹ بھرنا نہیں اپنا منافع سمیٹنا ہے۔

"فانتا مارا" میں آپ دیکھیں گے کہ زمیندار موچھوں پہ تاؤ دیں اُن کی بیویاں سنہری روپہلی زرق برق پوشاک پہنے چھما چھم ناچ گانوں کی محفلوں میں جائیں مگر کسانوں اور مزدوروں کی کمریں محنت سے جھک کر ٹیڑھی ہو جائیں۔ وہ دل سے اُداس۔ تن سے ننگے اور بھوکے بچوں کو بہلا کر سلایا کریں۔

دولت کی خیرہ کُن چمک اور سامعہ نواز جھنکار میں مزدور کا خون دیکھنے اور
کسان کی فلک شگاف آہیں سننے کے لئے "فاننا مارا" کا مطالعہ کیجئے۔

قیمت ... -/8/1

ملنے کا پتہ

ہاشمی بک ڈپو۔ انارکلی۔ لاہور

پنجاب آرٹ پریس بیرون موری گیٹ سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام لالہ گلاب چند کپور چھپی۔
اور غلام محی الدین بی۔ اے مالک فرم ہاشمی بک ڈپو انارکلی لاہور نے شائع کی۔